

امدادِ باہمی کی مختلف صورتیں - قرآن کریم کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

اسلام میں انسانیت سے ہمدردی اور محبت کو از حد اہمیت دی گئی ہے۔ انسانوں کی حاجات کو پورا کرنا عبادت قرار دیا گیا۔ آسمانی برکات کا نزول زمین پر انسانوں سے ہمدردی و نیک ساری سے مشروط کر دیا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے جہاں انسانی جان کی تکریم و تعظیم کی تلقین کی وہاں انسانی جذبات کی قدر و قیمت سے بھی آگاہ کیا۔ معاشرہ کے افراد کی صلاحیتوں میں تفاوت کی بناء پر ہر فرد دوسرے کا محتاج ہے۔ کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو مفلوک الحال، مفلس، غریب الوطن اور نادار ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کو نظر انداز کرنے کی بجائے مختلف صورتوں سے ان کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ وہی معاشرہ مثالی کہلائے گا جہاں ہر کوئی دوسرے بھائی کے لئے قربانی دینے کا جذبہ رکھتا ہو۔ ایسا ہی مثالی معاشرہ مدینہ منورہ کی ریاست میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمایا۔ قرآن کریم نے باہمی اعانت کی مختلف صورتوں کو بیان کیا ہے ان کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ زکوٰۃ، صدقات باہمی اعانت کی عملی تدبیر

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین کی تاکہ مال پاکیزہ بھی ہو اور اس میں بڑھوتی بھی ہو۔ زکوٰۃ کی یہ مقدار حسب مال کو ختم کرنے کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے اس کے بعد انسان میں فطری طور پر اپنا مال قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ سورہ توبہ (۱) میں زکوٰۃ کے مصارف ہشت گانہ افراد اور جماعت کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس طرح اسلام نے صرف افراد کی کفالت کا انتظام کیا بلکہ معاشرہ کے منتشر افراد کی شیرازہ بندی کا فریضہ بھی انجام دیا گویا افراد کی ذہنی و علمی

صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ان کی دولت بھی معاشرتی اذیت اور کفالت عامہ کے لئے صرف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے زکوٰۃ کو ملت کے کھاتے پیتے افراد کی دولت میں غریبوں کا حق قرار دیا ہے۔ (۲) لیکن ساتھ ہی اجر عظیم کی بشارت بھی سنائی۔ (۳) اور اس فریضہ کو انجام نہ دینے والوں کو سخت وعید سنائی۔ (۴)

مال میں قرض زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ ابوالحسن علی ندوی نے اس کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل اور طرز زندگی اپنے ذوق و رجحان اپنی ترغیب و دعوت اور اپنے مخصوص اصحاب، اہل تعلق، اہل محبت و اصحاب عزیمت کے سامنے اپنے نصائح و ارشادات اور ہدایات و تعلیمات میں اس حد پر اکتفا نہیں کی اور اسکو ہمدردی و خیر خواہی اور ادائیگی حقوق کی سب سے اعلیٰ مثال یا آخری شکل قرار نہیں دیا، آپ نے اپنے معجزانہ نبوی اسلوب اور اس مختصر جملہ میں جس کے سامنے بڑے بڑے ادیبوں اور عالموں کی بلاغت و فصاحت بیچ ہے اس بات کو اس طرح ادا کیا کہ ان فی الحال حقاً سوسى الزکوٰۃ۔ (۵)

اسلامی معاشرہ میں زکوٰۃ و صدقات پر عمل کے بارہ میں اصحاب رسول کے طرز عمل کی وضاحت سلمان ندوی نے ان الفاظ میں کی ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی ہدایت کے بموجب ان دونوں قسموں کی خیراتوں پر اس شدت سے عمل کیا کہ جو استطاعت نہ بھی رکھتے تھے، وہ بازار جا کر مزدوری کرتے تھے، تاکہ جو رقم ہاتھ آئے وہ غریب و معذور بھائیوں کی اخلاقی اعانت میں خرچ کریں اور اس معاملہ میں خود آپ نے یہاں تک اس طبقہ کی دلجوئی کی کہ فرمایا: اگر کسی کے پاس کچھ اور نہ ہو تو لطف و مہربانی سے بات ہی کرنا اس کا صدقہ ہے۔ اس سے زیادہ یہ کہ اس کی بھی ممانعت کی گئی کہ جو تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اس کو سختی سے واپس نہ کیا کرو۔ خدا نے تعلیم دی:

﴿فَأَمَّا الَّتِي تَمَّ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (۶)

”تو یتیم کو دبا یا نہ کر اور نہ مانگنے والی کو جھڑک“

اس فریضہ میں کوتاہی کے نتائج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس لطف، اس مدارات اور اس دلجوئی کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم سے انسانیت کے قابل رحم طبقہ کی چارہ نوازی فرمائی اور ہم کو باہمی انسانی محبت اور ایک دوسرے کی مدد کا سبق پڑھایا اگر یہ حکم صرف اخلاقی حیثیت سے یا صرف مبہم طریقہ سے ہوتا یا سب کو سب کچھ دے ڈالنے کا عام حکم دے دیا جاتا تو کبھی اس پر اس خوبی، اس نظام اور اس پابندی کیساتھ عمل نہ ہو سکتا اور آج بھی مسلمانوں کے سامنے یہ راہ کھلی ہوئی ہے اور کچھ نہ کچھ ہر جگہ اس پر عمل ہے ہی، یہی سبب ہے کہ مسلمانوں میں اگر امیر کم ہیں تو ویسے غریب محتاج بھی کم ہیں جیسے دوسری قوموں میں نظر آتے ہیں تاہم افسوس ہے کہ ایک مدت سے مسلمانوں کا یہ نظام سخت ابتری کی حالت میں ہے اور اسکی تنظیم کی طرف سے غفلت برتی جا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا برہنہ کام جماعتی کام منتشر و پراگندہ ہے۔“ (۷)

۲۔ قرض حسن

اتفاق فی سبیل اللہ کے ایک پہلو کے لئے قرآن کریم نے قرض حسن کی حسین اصطلاح

استعمال کی ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ (۸)

کون ہے جو (اپنا مال) اللہ تعالیٰ کو بطور قرض حسن دے اور اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا دے اس

کے مال کو اس کے لئے (اس کے علاوہ) اسے شاندار اجر بھی ملے گا۔

یعنی اللہ کی راہ میں جو مال تم خرچ کرو گے اس کی حیثیت قرض کی ہوگی جسے قرض دیا جاتا ہے

اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس کو واپس ادا کرے۔ (۹)

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرض دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ قرضہ حسنہ ۲۔ قرضہ سیئہ

اول الذکر کی اخلاقی قدر و قیمت ہوتی ہے جبکہ ثانی الذکر ایسی کوئی خصوصیت نہیں رکھتا اسی

وجہ سے قرآن کریم کی اس آیت کے ضمن میں مفسرین نے قرض حسن کی دس شرائط بیان کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

- ۱۔ مال کے بہترین حصہ میں سے دیا جائے۔ (۱۰)
- ۲۔ ایسے اموال میں سے ہو جس کی انسان کو ضرورت ہو۔ (۱۱)
- ۳۔ شدید ضرورت مند اور محتاج افراد کو دیا جائے۔ (۱۲)
- ۴۔ پوشیدہ ہو تو بہتر ہے۔ (۱۳)
- ۵۔ احسان جتلا یا جائے اور نہ تکلیف پہنچائی جائے۔ (۱۴)
- ۶۔ اخلاص اور حسن نیت سے دیا جائے۔ (۱۵)
- ۷۔ جو کچھ دیا جائے اسے کم سمجھا جائے خواہ بہت ہو۔ (۱۶)
- ۸۔ ایسے مال سے دیا جائے جو محبوب ہو۔ (۱۷)
- ۹۔ اپنے آپ کو مال کا مالک نہ سمجھا جائے بلکہ عمل تقسیم میں خالق اور محتاج کے درمیان واسطہ سمجھے۔ (۱۸)
- ۱۰۔ مال حلال ہو۔ (۱۹، ۲۰)
- ۳۔ کفارات میں انسانی خدمت کا پہلو

قرآن کریم نے انسانوں سے ہمدردی و اعانت کو اس قدر بلند مرتبہ عطا کیا ہے کہ خالصہ عبادات الہی میں کسی کمی یا کوتاہی اور کسی جرم کی سزا کے ازالہ کیلئے جو حکم ارشاد فرمایا اس میں ایک انسانوں کی ضرورتوں کی تکمیل کو بھی رکھا۔ کفارہ مایغطی الاثم (۲۱) یعنی جو چیز گناہ کو دور کر دے، کہتے ہیں گویا خدمت خلق گناہ کو مٹانے اور درجات کی بلندی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ کسی کار خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اس گناہ پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانک لیتی ہے جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی پھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے۔ (۲۲)

جرمانہ اور کفارہ میں فرق کی وضاحت اور انسانی فکر پر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے مولانا

مودودی لکھتے ہیں: ”یعنی یہ جرمانہ نہیں بلکہ ”توبہ“ اور ”کفارہ“ ہے۔ جرمانہ میں ندامت و شرمساری اور اصلاح نفس کی کوئی روح نہیں ہوتی بلکہ عموماً سخت ناگواری کے ساتھ مجبوراً دیا جاتا ہے اور بیزاری و تلخی اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے برعکس اس کے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس بندے سے خطا ہوئی ہے وہ عبادت اور کار خیر اور ادائے حقوق کے ذریعہ سے اس کا اثر اپنی روح پر سے دھو دے اور شرمساری و ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے، تاکہ نہ صرف گناہ معاف ہو بلکہ آئندہ کے لئے اس کا نفس ایسی غلطیوں کے اعادہ سے بھی محفوظ رہے۔“ (۲۳) کفارات کے ذریعہ مخلوق خدا کی رفاہیت کو ذیل کی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

(i) کفارہ ظہار

اگر کوئی اپنی بیوی کو کہہ دے انت علیٰ کظہرامی کہ توجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت، اس قول سے اہل عرب میں نکاح ٹوٹ جاتا لیکن اسلام نے بندوں کی حالت پر رحم کرتے ہوئے اس گناہ کے کفارہ کی مختلف صورتیں رکھیں:

(۱) غلام کی آزادی

(ب) مسلسل دو ماہ کے روزے

(ج) ﴿فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِيْنًا﴾

جو (روزے رکھنے پر بھی قادر نہ ہو) تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (۲۴)

(ii) کفارہ یمین

وہ قسمیں جو نیت و ارادہ سے اٹھائی گئی ہوں اور پھر انہیں پورا نہ کیا جائے تو اس قسم کو توڑنے پر باز پرس ہوگی اور کفارہ دینا پڑے گا۔ اس کفارہ کی یہ صورتیں ہیں

(۱) ﴿اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنٍ.....﴾

دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔

(۲) ﴿اَوْ كَسُوْهُمْ﴾

یا ان کو لباس پہنایا جائے

﴿۳﴾ اَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ﴿۳﴾

یا غلام آزاد کیا جائے۔

﴿۴﴾ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ﴿۴﴾

یا تین روزے (۲۵)

(iii) حالت احرام میں شکار کا کفارہ

احرام کی حالت میں شکار کرنے کا جو کفارہ شریعت نے مقرر کیا ہے اسکی ایک صورت یہ بتائی

گئی: ﴿۵﴾ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ ﴿۵﴾ یا اس جرم کا کفارہ یہ ہے کہ وہ چند مساکین کو کھانا کھلائے۔ (۲۶)

(iv) قتل کا کفارہ اور عصر حاضر میں اسکا متبادل

قتل خطا کا کفارہ ”غلام کی آزادی“ (۲۷) بھی ہے۔ عصر حاضر میں غلامی کا رواج ختم ہو چکا

ہے تو اس صورت حال میں کیا کیا جائے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے جو متبادل تجویز دی ہے وہ بھی

خدمت خلق کے حوالہ سے اہم ہے وہ لکھتے ہیں: ”اس زمانے میں وہ شخص کیا کرے جو غلام آزاد کرنے

کی قدرت تو رکھتا ہے لیکن غلام میسر نہیں ہیں اور شریعت نے اس کا کوئی بدل بھی معین نہیں فرمایا ہے۔

ہمارے نزدیک اس زمانے میں اس کا بدل صدقہ ہے جو غلام کی قیمت کے تناسب سے ہو اور اگر یہ

صدقہ غریب و نادار مسلمانوں کے قرضوں کی ادائیگی اور ان کے رہن شدہ مکانوں اور سامانوں کے

چھڑانے پر صرف کیا جائے تو انشاء اللہ یہ طریقہ شریعت کے خلاف نہ ہوگا۔ (۲۸)

۴۔ ادھار چیز دینا / وقتی یا ہنگامی معاونت و امداد

قرآن کریم نے سماجی بہبود کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں انسانوں کے روزمرہ استعمال کی

چیزوں کو بوقت ضرورت کسی کو دینا بھی شامل ہے اور ایسا فریضہ انجام نہ دینے والوں کو سخت دھمکی دی ہے۔

﴿۲۹﴾الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿۲۹﴾

پھر بتایا ہے ان نماز پڑھنے والوں کیلئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں جو ریا کاری

کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔

”ماعون“ (common necessities) ایک وسیع المعانی لفظ ہے۔ مفسرین (۳۰)

کے نزدیک نے زکوٰۃ سے لے کر چھلنی، ڈول، سوئی، کلباڑی، ہنڈیا، نمک، دیاسلائی تک کی عام اشیائے ضرورت اس میں شامل ہیں۔ اسی طرح ماعون کی تعریف میں یہ بھی آتا ہے کہ کسی کے ہاں مہمان آجائیں اور وہ ہمسائے سے چارپائی یا بستر مانگ لے یا کوئی اپنے ہمسائے کے تنور میں اپنی روٹی پکا لینے کی اجازت مانگے یا کچھ دنوں کیلئے باہر جا رہا ہو اور حفاظت کے لئے اپنا کوئی قیمتی سامان دوسروں کے ہاں رکھوانا چاہے۔ پس آیت کا مقصود یہ بتانا ہے کہ آخرت کا انکار آدمی کو اتنا تنگ دل بنا دیتا ہے کہ وہ دوسروں کیلئے کوئی معمولی ایثار کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔ (۳۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو نماز عید میں شرکت کا فرمایا تو ایک خاتون نے عرض کی: ان لم یکن لہا جلباب۔ کہ اگر کسی خاتون کے پاس پردہ کیلئے چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: فلتعمرھا اختھا من جلبابھا۔ یعنی اس صورت میں وہ اپنی کسی مسلمان بہن سے چادر ادھار لے لے۔ (۳۲)

اسی طرح ایک موقع پر فرمایا کہ جس کے پاس فالتوز مین ہو وہ اسے بہہ کر دے یا اولیٰعمرھا اسے عاریۃ دے دے۔ (۳۳)

محمد اسد نے اس اصطلاح سے مراد کو کسی بھی مشکل و پریشانی میں مدد اور معاونت قرار دیا ہے۔

In its wider sence it denotes "aid" or "assistance" in any difficulty. (34)

ابن العربی الماعون کے لغوی مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں: هو الامداد بالقوۃ والالات و الاسباب المیسرة للامر۔ یعنی الماعون کسی کام کیلئے قوت، آلات اور میسر اسباب سے امداد ہے۔ (۳۵)

عاریۃ چیز دینے کی اہمیت حفظ الرحمن سیوہاری نے فقہی زبان میں یوں بیان کی ہے: ”امت کا اس پر اجماع ہے کہ عاریت نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن اور مستحب بھی ہے اس لئے کہ اس میں مجبور

کی حاجت زواری اور نادار کی اعانت و امداد ہے۔“ (۳۶)

۵۔ تعاون علی البر

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں امداد باہمی اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی تلقین کی گئی ہے اور اسے فوز و فلاح کا مدار جانا ہے۔ اس اصول کے مطابق مسلم برادری کے تمام افراد خفیف سی قربانی دے کر برادری کے دوسرے افراد کی ضرورتوں کی کفالت کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳۷)

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اس آیت میں مسلم وغیر مسلم سے باہمی تعاون و تناصر کا سنہری اصول بتایا ہے۔ ”البر“: اُمی التوسع فی فعل الخیر“ (۳۸) یعنی خیر کے کاموں کی کثرت اور التقویٰ: اجتناب کل مافیہ ضرر لامر الدین. (۳۹) یعنی ہر اس کام سے اجتناب کرنا جو دین کے لئے ضرر رساں ہو۔ امام زنجشیری لکھتے ہیں:

”ویجوز أن یراد العموم لكل بر و تقویٰ و كل اثم و عدوان“ (۴۰)

ان دو اصولوں پر ہر مسلم اور غیر مسلم سے تعاون ہوگا لیکن ”الاثم“ هو الحكم اللاحق عن الجرائم. (۴۱) اور ”العدوان“ هو ظلم الناس. (۴۲) میں تعاون نہیں ہوگا۔ امام ماوردی نے تعاون و تناصر کی صورت اس طرح تحریر کی ہے ”فی التقویٰ رضا اللہ تعالیٰ و فی البر رضا الناس، ومن جمع بین رضا اللہ تعالیٰ و رضا الناس فقد تمت سعادتہ.“ (۴۳) یعنی تقویٰ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور البر میں عامۃ الناس کی رضا ہے جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا اس نے اپنی سعادت و خوش بختی کو مکمل کر لیا۔

احمد مصطفیٰ المراثی تعاون کی اس کیفیت کو اجتماعیت کے (یعنی معاشرہ کے مکامل و ارتقاء کے)

بنیادی عناصر قرار دیا ہے۔ (۴۴)

البتہ اس تعاون کی کیفیات اور درجات معاشرہ کے مختلف افراد کے لئے مختلف ہیں۔ ابن

خوین مند دانے اسی لئے کہا کہ عالم کیلئے لازم ہے کہ وہ علم کے ذریعے لوگوں کی مدد کرے، یعنی اپنے مال کے ذریعے لوگوں سے تعاون کرے، بہادر اپنی شجاعت کے ذریعے اللہ کے رستے میں جہاد کرے (تا کہ امن و امان قائم رہے) اسی طرح معاشرہ کے مختلف افراد ایک دوسرے سے تعاون کریں تا کہ قوت واحدہ کا مظاہرہ ہو سکے۔ (۳۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعری قبیلہ کے لئے فہم منی وانا منہم (کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں) کے الفاظ سے اظہار محبت فرمایا اس کی وجہ ان کے ہاں امداد باہمی کا عملی مظاہرہ ہی تھا۔ ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو اوقل طعام عیالہم بالمدینہ جمعوا ماکان عندهم فی ثوب واحد ثم اقتسموه بینہم فی اناء واحد بالسویہ“ (۳۶)

اشعری جب جہاد میں نادر ہوں یا مدینہ میں ان کے اہل و عیال کا کھانا کم ہو تو ان کے پاس جو کچھ بچا ہو اس کو ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں پھر ایک ہی برتن سے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اشعریوں کی طرح آج بھی اگر امت محمدیہ مجموعی طور پر اپنے وسائل کا صحیح استعمال کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص نظر محبت کی مستحق ہو سکتی ہے۔ اور از سر نو قیادتِ عالم کے لئے اپنے آپ کو تیار بھی کر سکتی ہے۔

۶۔ شفاعتِ حسنة

کسی مشکل میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا، اس کے حقوق کی بازیابی کے لئے کوشش کرنا اور اس کو نفع پہنچانا قرآن کے مطلوب انسان کے اوصاف میں سے ہے۔ قرآن کریم نے اس کے لئے شفاعتِ حسنة کی تعبیر اختیار کی ہے۔

﴿مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ

كُفْلٌ مِنْهَا﴾ (۳۷)

جو شخص کسی نیک کام کی تحریک دے اس میں سے اس کا حصہ ہوگا اور جو برے کام کے لئے

ابھارے گا تو اس میں سے بھی اسے حصہ ملے گا۔

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ اعمال صالحہ میں سب معاشرہ شریک ہے ہر ایک پر اپنی حیثیت کے مطابق ایک ذمہ داری اور فریضہ ہے جب لوگ اپنے اس اجتماعی فریضہ سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں تو معاشرتی ادارے کمزور اور معاشرہ کے افراد میں باہم محبت کے جذبات سرد ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود شفاعت حسنة کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی: ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی ضرورت پوری کرنے کو کہا جاتا تو آپ فرماتے: اشفعوا فلتجرؤوا ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ماشاء۔

سفارش کرو تم کو اجر ملے گا اور اپنے نبی کی زبان سے تو اللہ وہی فیصلہ کر دے گا جو وہ چاہے گا۔ (۴۸)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: اس حدیث میں جہاں سفارش کا موجب ثواب ہونا بیان فرمایا ہے وہیں یہ بھی بتلایا کہ سفارش کی حد یہی ہے کہ کمزور آدمی جو خود اپنی بات کسی بڑے تک پہنچانے اور اپنی حاجت صحیح طور پر بیان کرنے پر قادر نہ ہو تم اسکی بات وہاں تک پہنچا دو آگے وہ سفارش مانی جائے یا نہ مانی جائے اور اس شخص کا مطلوبہ کام پورا ہو یا نہ ہو۔ (۴۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر کے قرض کے سلسلہ میں ایک یہودی سے سفارش کی۔ (۵۰)

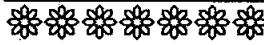
قرآن کریم کی ان تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ ایک Unit کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح جسد واحد کے مختلف اعضاء ایک دوسرے کے لئے اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں اور اسی سے جسم کی بقا ہے اسی طرح اسلامی معاشرہ ہے کہ افراد ایک دوسرے کی اعانت و کفالت کا اہتمام و انتظام کرتے ہیں تو گویا وہ اپنی ہی ضروریات کی تکمیل کر رہے ہیں ورنہ معاشرہ انتشار و پراگندگی کا شکار ہو جائے گا۔ آج ہمارے معاشرہ کا المیہ یہ ہے کہ یہاں ہر چیز ”میری“ ہے۔ ”میں ہی“ ہر چیز کا بلا شرکت غیر مالک ہوں اس کے نتیجہ میں ایثار و قربانی کا جذبہ مفقود ہو گیا، خون سفید ہو گئے، باہمی محبتیں نفرتوں میں تبدیل ہو گئیں۔ قرآن کا عطا فرمودہ باہمی تعاون و تناصر کا نظام اگر آج بھی عملاً نافذ کر دیا جائے تو عہد نبوی کی طرز پر دوسروں کے لئے قربانی دینے والا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ التوبہ/۶۰ ۲۔ المعارج/۲۴-۲۵
- ۳۔ البقرہ/۲۶۱-۲۶۲ ۴۔ التوبہ/۳۳-۳۵
- ۵۔ علی میاں، ابوالحسن علی ندوی، ارکان اربعہ، مجلس نشریات اسلام کراچی، ص: ۲۱۳
- ۶۔ ضحیٰ/۹-۱۰
- ۷۔ سلمان ندوی، سیرت النبی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ جلد: ۵، ص: ۱۸۳-۱۸۵
- ۸۔ الحدید: ۱۱
- ۹۔ محمد کرم شاہ، پیر (م: ۱۹۹۸) ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۳۹۹، جلد ۵، ص: ۱۱۵
- ۱۰۔ البقرہ/۲۶۷ ۱۱۔ الحشر/۹
- ۱۲۔ البقرہ/۲۷۳ ۱۳۔ البقرہ/۲۷۱
- ۱۳۔ البقرہ/۲۶۴ ۱۵۔ البقرہ: ۲۶۵
- ۱۶۔ المدثر/۶ ۱۷۔ آل عمران: ۹۲
- ۱۸۔ الحدید/۷ ۱۹۔ المائدہ: ۲۷
- ۲۰۔ i۔ طبری، ابوالفضل بن حسن (م: ۵۲۸)، مجمع البیان
انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ، ص: ۶، ۱۳۶
- ii۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد (م: ۶۶۸) الجامع لاحکام القرآن
دار احیاء التراث العربی، بیروت، جلد ۱۸، ص: ۳۶۶-۳۶۷
- iii۔ رازی، فخر الدین محمد بن ضیاء الدین (م: ۶۰۶)، مفتاح الغیب
دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ج ۲۹، ص: ۱۹۳
- iv۔ مکالم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، ترجمہ سید صفدر حسین نجفی،
مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۱۴۱۷ھ، جلد: ۱۳، ص: ۳۸۵
- ۲۱۔ الفیر وزآبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب (م: ۸۱۷ھ)، بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب

- العزیز، المکتبۃ العلمیۃ بیروت جلد: ۴، ص: ۳۸۳-۳۸۴
- ۲۲- موودوی، ابوالاعلیٰ، مولانا، (م: ۱۳۹۹ھ) تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن ۲۰۰۲ء جلد اول
ص: ۳۸۳-۳۸۴
- ۲۳- موودوی، ابوالاعلیٰ، مولانا، (م: ۱۳۹۹ھ) تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن ۲۰۰۲ء جلد اول
ص: ۳۸۳-۳۸۴
- ۲۴- النجاشی، ۴
۲۵- سورۃ المائدہ/ ۸۹
- ۲۶- المائدہ/ ۹۵
۲۷- النساء/ ۹۲
- ۲۸- اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، جلد ۲، ص: ۱۳۳-۱۳۴
- ۲۹- الماعون/ ۵-۷
- ۳۰- امام قرطبی نے مختلف بارہ اقوال نقل کئے ہیں ملاحظہ فرمائیے: الجامع لاحکام القرآن، احیاء التراث العربی
جزء ۲۵، جلد: ۲۱۳-۲۱۵
- ۳۱- تفہیم القرآن جلد ۶، ص: ۲۸۶
- ۳۲- سنن الترمذی، باب فی خروج النساء فی العیدین
- ۳۳- صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض
- ۳۴- Asad, Muhammad, The Message of the Quran, Dar-al
Andalus, Gibraltar, 1980, P:979
- ۳۵- ابن العربی، احکام القرآن، تحقیق عبدالرزاق المحدثی، دارالکتب العربی بیروت
جلد ۴، ص: ۲۳۳/ الجامع لاحکام القرآن جزء ۲۵، ص: ۲۱۵
- ۳۶- سیوہاروی، حفظ الرحمان، اسلام کا اقتصادی نظام، یونیک پبلشرز لاہور، ص: ۳۶۸
- ۳۷- المائدہ/ ۲
۳۸- بصائر ذوی التمییز جلد ۲، ص: ۲۱۳
- ۳۹- بصائر ذوی التمییز جلد ۲، ص: ۳۰۰
۴۰- الکشاف جلد اول، ص: ۵۹۱
- ۴۱- الجامع لاحکام القرآن جزء ۲، ص: ۴۷
۴۲- الجامع لاحکام القرآن جزء ۲، ص: ۴۷
- ۴۳- الجامع لاحکام القرآن جزء ۲، ص: ۴۷
- ۴۴- المراغی، احمد مصطفیٰ، تفسیر المراغی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۸ء جلد ۲، ص: ۳۷۷
- ۴۵- الجامع لاحکام القرآن جزء ۶، ص: ۴۷

- ۴۶۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب من فضائل الاشعریین رضی اللہ عنہم)
- ۴۷۔ النساء/۸۵
- ۴۸۔ بخاری، کتاب الزکاة، باب التحریص علی الصدقة والشفاعة فیها
- ۴۹۔ محمد شفیع مفتی (م: ۱۳۹۶) معارف القرآن، ادارة المعارف کراچی ۱۳۹۷ھ، جلد دوم، ص: ۴۹۹
- ۵۰۔ صحیح بخاری، کتاب الاستقراض



تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحر قدیم
 گذرا اس عہد میں ممکن نہیں بے چوب کلیم
 عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
 عشق بے چارہ نہ مٹا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم
 عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پہ حرام
 سب مسافر ہیں بظاہر، نظر آتے ہیں مقیم
 ہے گراں سیرِ غمِ راحلہ و زاد سے تو
 کوہ و دریا سے گذر سکتے ہیں مانند نسیم
 مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
 ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زرو سیم
 (اقبال، بال جبریل)